

مسلمان استاد کے لیے تعمیر فکر کی اہمیت۔ نظریہ و تطبیق

ڈاکٹر زاہدہ شبنم*

فاکھہ نعیم**

The Quran urges man to develop a mature logical reasoning ability. Allah has not left man free to get absorbed in the mist of meaningless and futile ideas. The Quran persuades man to discipline his thought and in this respect it has mentioned those ideas and principles which lead to a fruitful reasoning process. It teaches man to argue and contend and logically conclude the rational conclusions from the known facts. The research and thinking endeavors are not a temporary phenomena or recreation activities of few scholars. It is thought which leads to the revival or death of any nation. Only those nations progress in the world who is advanced in the field of knowledge and who have a scholarly supremacy over others. A prominent number of people who think about the universe and the forces of nature always exist in the leading nations of the world. A teacher, whose duty is the making of mankind, must also know the outlines of the betterment of humanity. A teacher must meditate about the rules and principles of life. Particularly, a Muslim teacher should have all the qualities of a thinker. It is his duty to know the problems of modern man and offer solutions according to Quran and Sunnah. Therefore, it is essential for a Muslim teacher to fortify the foundations of his own thought. In this essay, the role of Muslim teacher in the development of thought as well as the elements of thought have been discussed. The revival of the Muslim thought should be in accordance with the true principles of Islam. Our structure of education should be based on Islamic teachings. The international ideological conflict is not due to the formulas of mathematics and chemistry, it is because of that confusing thought which produces mathematicians, chemists and IT experts etc without any doctrine. Thus, the reasoning faculty of Muslim teacher needs to be revived and he should be made conscious of his duty of rational development.

فکر کا مادہ فکری ہے اور باب ضرب یضرب ہے۔ فَكْرٌ يَفْكُرُ فَكْرًا۔ اے تفکر فی الامر۔۔۔ سوچنا، غور کرنا، تامل کرنا۔ ۲۔

اس کا اعراب مختلف طرح سے پڑھا جاتا ہے۔ فَكْرٌ يَفْكُرُ فَكْرًا، فَكْرٌ، فَكْرٌ۔ فکر کی جمع ہے اور اس کی جمع افکار آتی ہے۔ ۵۔

افکار بھی اسی سے ہے۔ ۶۔ فکر کے ایک سے زائد معانی لغات میں موجود ہیں۔ مثلاً سوچ بچار، ۷۔

اندیشہ ۸۔ تدبیر ۹، اندیشہ بے جا ۱۰، دھیان، خیال ۱۱، جیسے شاعر نے کہا ہے:

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی، لاہور۔

** ریسرچ سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی، لاہور۔

قرار آہی گیا غم میں جی سنبھل ہی گیا گئے وہ دن کہ جو تھا فکر جان جانے کا فکر سوچ بچار اور تدبیر و تعقل کے لیے عام استعمال ہوتا ہے۔ جیسے عربی میں کہا جاتا ہے بآلی فی الامر فکر اور فکر ۱۲ فکر اسلامی کی تجدید میں ان کی مدد کرے ” ۱۴ گویا فکر کی (جمع افکار) سوچ بچار اور تصور کا نام ہے۔ قرآن میں یہ لفظ سوچ بچار کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ (كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ) ۱۴۔

”اللہ تعالیٰ اسی طرح اپنے احکام صاف صاف تمہارے لیے بیان فرما رہا ہے تاکہ تم سوچ سمجھ سکو۔“

(قُلْ إِنَّمَا أَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ أَنْ تَقُومُوا لِلَّهِ مَشْنَىٰ وَفَرَادَىٰ ثُمَّ تَتَفَكَّرُونَ) ۱۵۔

”کہہ دیجیے کہ میں تمہیں صرف ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم خلوص کے ساتھ ضد چھوڑ کر دو دو مل کر یا تنہا تنہا کھڑے ہو کر سوچو۔“

(أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا مَا بِصَاحِبِهِمْ مِنْ جِنَّةٍ) ۱۶۔

”کیا ان لوگوں نے اس بات پر غور نہ کیا کہ ان کا جن سے سابقہ ہے ان کو ذرا بھی جنون نہیں۔“ تَتَفَكَّرُوا۔ تَتَفَكَّرُونَ، اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا وغیرہ کے استعمال سے لوگوں کو غور و فکر کی تاکید کی گئی ہے۔ فکر قوت ذہنی سے عبارت ہے یعنی وہ ملکہ جو کسی شے کے تفکر اور تصور میں مصروف ہو یہ ملکہ ادراک سے ممتاز ہے۔ جو عقل و شعور کی قوت متعارفہ کا نام ہے۔ فکری عمل کے نتیجے کے اظہار کے لیے فکرہ کا اسم مفرد استعمال ہوتا ہے ۱۷۔

حقیقت یہ ہے، کہ فکر وہ آئینہ ہے جس کی مدد سے ہم اپنی خوبیوں اور برائیوں کو دیکھ سکتے ہیں، فکر کا آئینہ عقلی توجہ کے لیے دلکش ہوتا ہے اور اس سے انسان اعلیٰ حقائق کا مشاہدہ کر سکتا ہے۔ گویا انسانی زندگی میں درپیش مسائل کے حل اور درپیش مشکلات مزاحمتوں اور رکاوٹوں کو دور کرنے کے لیے انسانی دماغ جو اصول اور علوم و آراء اور حالات و زمانہ کو مد نظر رکھ کر وضع کرتا

ہے اسے فکر کہا جائے گا۔ یہ ایک ایسا اندرونی ذہنی عمل ہے جس میں ان چیزوں اور واقعات کے بارے میں بحث کی جاتی ہے جو مادی طور پر ہمارے حواس کے سامنے موجود نہیں ہوتی بلکہ ان چیزوں اور واقعات کی ضروری اور اہم باتوں کو اشاروں، علامتوں، کنائیوں اور حوالوں کی شکل میں ذہن میں محفوظ کر لیا جاتا ہے۔ یہ اشارے، علامتیں، کنائے اور حوالے فکر میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ اس سے سوچنا آسان ہو جاتا ہے جب بھی کسی فرد کو کوئی مسئلہ درپیش ہوتا ہے تو وہ ان اشاروں، علامتوں، کنائیوں اور حوالوں کا استعمال کرتا ہے۔ جس سے درپیش مسئلے کا حل مل جاتا ہے۔ جب کبھی ہم کسی ایسے مسئلے سے دوچار ہوتے ہیں جو کہ حل شدہ ہوتا ہے تو اس کے لیے تفکر کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی کیونکہ اس وقت جبلت، عادت اور اضطراری افعال بہت حد تک مسائل سے نپٹنے کے لیے ہماری مدد کرتے ہیں مثلاً کھانے پینے، چلنے پھرنے، لکھنے بولنے یا آنکھ جھپکنے کے لیے تفکر کی ضرورت نہیں پڑتی کیونکہ کھانا اور پینا جبلت ہے۔ چلنا پھرنا لکھنا اور بولنا عادت ہے اور آنکھ جھپکنا اضطراری فعل ہے۔ لیکن ہماری جبلتیں، عادتیں اور اضطراری افعال ہمارے تمام مسائل کو حل کرنے میں ہماری مدد نہیں کر سکتے کیونکہ پیچیدہ، الجھے اور ان دیکھے مسائل جبلت، عادت، ماضی کی تجربات اور اضطراری افعال ہماری مدد کرنے سے قاصر ہو جاتے ہیں ۱۸۔

انسانی زندگی کے دوران آنے والی مشکلات اور حیات انسانی کی بہتر صورت گری کی راہ میں حائل ہونے والی مزاحمتیں اور رکاوٹیں دور کرنے کے لیے انسانی دماغ جو اصول۔۔۔ علوم و آراء اور حالات و زمانہ کو مد نظر رکھ کر وضع کرتا ہے اسے فکر کہا جائے گا۔ چونکہ استاد انسانیت کی تشکیل کرنے کی ذمہ داری نبھانا ہوتا ہے پس استاد کے لیے حیات انسانی کی بہتری کا مکمل خاکہ ہونا چاہیے۔ قواعد و ضوابط اور اصول زندگی میں استاد کو سوچ بچار کرنی چاہیے ۱۹۔

قرآن نے انسان کو ایک عمدہ اور پختہ فکر کے لیے جھنجھوڑا ہے اسے محض بے ترتیب خیالات اور آراء کی بھیڑ میں کھو جانے کے لیے آزاد اور بے آسرا نہیں چھوڑا بلکہ اسے خیالات و آراء کو جنم دینے والی اشیاء۔۔۔ کا تذکرہ کر کے تربیت و تنظیم کی طرف راغب کیا ہے نہ صرف ترتیب و تنظیم

کی طرف راغب کیا ہے بلکہ اسے اس سے ایک نتیجہ اخذ کر کے اور پھر استدلال کی قوت کے ساتھ اس پختہ فکر کے اظہار پر بھی ابھارا ہے۔

(ای حَسْبُ الْإِنْسَانِ أَنْ لَا يَتَذَكَّرَ أَلَمْ يُكَلِّمْهُمُ نُطْفَةً مِّن مَّنِّیْ یُؤْمِنُ ۖ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَتُهُ فِخْلًا فَسَوَىٰ ۖ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ ۚ أَلَيْسَ ذَٰلِكَ بِقَدْرِ عَلَىٰ أَنْ يُعْطَىٰ ۚ) (الموئی) ۲۰۔

”کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ اسے بیکار چھوڑ دیا جائے گا۔ کیا وہ ایک گاڑھے پانی کا قطرہ نہ تھا۔ جو ٹپکایا گیا تھا۔ پھر وہ لہو کا لو تھڑا ہو گیا، پھر اللہ نے اسے پیدا کی اور درست بنا دیا۔ پھر اس سے جوڑے یعنی نر و مادہ بنائے۔ کیا اللہ تعالیٰ اس امر پر قادر نہیں کہ مردے کو زندہ کر دے۔“

تعمیر فکر کیوں ضروری ہے؟ بے ترتیب آراء و خیالات کو واضح شکل دینے کا عمل ہی فکری تعمیر کا عمل کہلاتا ہے۔ تعمیر فکر کی خواہش ہر انسان میں پائی جاتی ہے۔ زندگی کے معاملات میں جب بھی ایک فرد کو نئے اور مشکل مسائل سے واسطہ پڑتا ہے اور اسے ماضی کے تجربات سے خاطر خواہ فائدہ حاصل نہیں ہوتا تو پھر وہ تعمیری فکر سے کام لیتا ہے۔ ہر قسم کے فن ہنر اور تعمیری کاموں میں اس تفکر سے کام لیا جاتا ہے۔ تعمیری قسم کی سوچ سے بڑی بڑی ایجادات، تخلیقات اور انکشافات ہوتے ہیں۔ فنون لطیفہ میں بھی تعمیری فکر کے کرشمے دیکھنے میں آتے ہیں۔ ۲۱۔

اگرچہ تعمیری فکر۔۔۔ قوت استدلال کی بنیاد ہے لیکن قوت استدلال کے حصول کے لیے تعمیری فکر کو جلا دینا ضروری ہے۔ تعمیری فکر ارتقائی منازل کے راستوں کو سمجھاتی ہے اور قوت استدلال ان راستوں کے تعین میں اور منزل تک رسائی کے دوران دوں ہمتی سے بچاتی اور آگے ہی آگے بڑھنے کا حوصلہ عطا کرتی ہے۔ عام طور پر تعمیری فکر پیدا کرنے کے لیے استاد کو بلاشبہ قوت استدلال کی اشد اور از بس ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے بغیر وہ عام افراد میں یعنی فکر و سوچ اور اپنے علم کی منتقلی کے ذرائع میں اضافہ کرتا اور اپنے نظریات و اخلاق کے حصول کا شوق تلامذہ میں پیدا کرنے میں کامیاب ہوتا ہے۔

فکر مشاہدہ سے جلا پاتی ہے اور قرآن نے انسان کے اندر فکری تعمیر و تشکیل کے لیے اسے نہ صرف ترغیب دی بلکہ تعمیری فکر کا خود موقع فراہم کیا۔ علم انسانی کو اقبال نے تصور الہی قرار دیا ہے۔

”قرآنی آیات) میں یہ نکتہ مضمر ہے کہ انسان کو تسمیہ اشیاء کی قدرت حاصل ہے۔ یعنی وہ ان کے معانی قائم کر سکتا ہے اور معانی کا قائم کرنا گویا ان کو اپنے قابو میں لے آتا ہے۔ بالفاظ دیگر ہمیں یہ کہنا چاہیے کہ علم انسانی کی نوعیت تصوری ہے اور تصوری علم کا یہی حربہ ہے جسے ہاتھ میں لے کر انسان حقیقت مطلقہ کے مربی یا قابل مشاہدہ پہلوؤں کی طرف قدم بڑھاتا ہے۔“ ۲۲۔

لیکن علم کی یہی وہ تصوراتی کشش ہے جو اس میں مشاہداتی تجزیہ کی اہلیت پیدا کرتی ہے لیکن اس کے لیے مشاہدہ شرط ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مشاہداتی حقائق کو تعقل و تفکر کی بنیاد کے طور پر بیان کیا ہے۔

(إِن فِی خَلْقِ الْإِنسَانِ لَمِ مَّوَدَّةٍ وَإِلَیَّ رُجُوعُهُ وَإِلَیَّ یُخْرَجُ الْإِنسَانُ) (۱)

یَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَّاءٍ فَأَخْيَارَ بِهِ الْأَرْضُ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ (۲۳)۔

”آسمان اور زمین کی پیدائش، رات کا ہیر پھیر، کشتیوں کا لوگوں کو نفع دینے والی چیزوں کو لیے ہوئے سمندروں میں چلنا، آسمان سے پانی اتار کر، مردہ زمین کو زندہ کر دینا، اس میں ہر قسم کے جانوروں کو پھیلا دینا، ہواؤں کے رُخ بدلنا، اور بادل، جو آسمان اور زمین کے درمیان مسخر ہیں۔ ان میں عقل مندوں کے لیے قدرت الہی کی نشانیاں ہیں۔“

(أَفَلَا أَىٰ أَنْظَرُونَ إِلَیَّ الْإِبِلَ كَیْفَ یُحْمَلُونَ عَلَی ظُهُورِ الْإِبِلِ وَإِلَیَّ رُجُوعُهُمْ وَإِلَیَّ یُخْرَجُونَ) (۲)

نُصِبَتْ ۝ وَإِلَیَّ الْإِبِلَ كَیْفَ یُحْمَلُونَ عَلَی ظُهُورِ الْإِبِلِ (۳)۔

”کیا یہ اونٹنوں کو نہیں دیکھتے کہ وہ کس طرح پیدا کیے گئے ہیں اور آسمان کو کس طرح اونچا کیا گیا ہے اور پہاڑوں کی طرف کہ کس طرح گاڑ دیئے گئے ہیں اور زمین کی طرف کہ کس طرح بچھائی گئی ہے۔“

(وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقَ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافُ السِّنِّكُمْ وَالْوَانِ كُمْ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِلْعَالَمِينَ) ٢٥

(وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ النُّجُومَ لِتَهْتَدُوا بِهَا فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝ وَهُوَ الَّذِي أَنشَأَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَمُسْتَوْدَعٌ قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَفْقَهُونَ) ٢٦ـ

[illegible]

(قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ بَدَأَ الْخَقَّ ثُمَّ اللَّهُ يُنشِئُ النَّشْأَةَ الْآخِرَةَ) ٢٨۔

”کہہ دیجیے! کہ زمین میں چل پھر کر دیکھو تو سہی کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے ابتداء پیدائش کی۔ پھر اللہ تعالیٰ ہی دوسری نئی پیدائش کرے گا۔“

(یٰقُلِ بَالُ لَّہٗ اِلٰہٌ وَّ اِلٰہٌ اٰیٰلَہٗ اَرْوَاحٌ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبَرٌ لِّاُولٰٓئِہِ اِلَّا اَبْصَارِ
”اللہ تعالیٰ ہی رات اور دن کو ردوبدل کرتا رہتا ہے۔ آنکھوں والوں کے لیے تو اس میں یقیناً بڑی
عبرتیں ہیں۔“

(اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ سَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَیْکُمْ نِعْمَہٗ ظٰہِرَۃً وَّاٰ
بَاطِنَۃً) ۳۰۔

”کیا تو نہیں دیکھتا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی ہر چیز کو ہمارے کام میں لگا رکھا ہے اور تمہیں
اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں بھرپور دے رکھی ہیں۔“

(وَسَخَّرَ لَکُمُ اللَّیْلَ وَ النَّہَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَ النَّجْمُ مُسَخَّرَتٌ بِاَمْرِہٖ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ
لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ) ۳۱۔

”اس نے رات دن اور سورج چاند کو تمہارے کام میں لگا رکھا ہے اور ستارے بھی اسی کے حکم کے
ماتحت ہیں۔ یقیناً اس میں عقل مند لوگوں کے لیے کئی ایک نشانیاں موجود ہیں۔ فکری نشوونما کے
اس واقعہ کو اقبال غیر معمولی قرار دیتے ہیں۔

”اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن پاک نے فطرت کے مشاہدے میں غور و فکر کی ترغیب دلائی تو
اس لیے کہ ہم اس حقیقت کا شعور پیدا کریں جس کی عالم فطرت کو اس نے ایک آیت ٹھہرایا ہے
لیکن یہاں تو طلب امر قرآن مجید کی وہ اختیاری روش ہے جس سے مسلمانوں کے اندر عالم
واقعیت کا احترام پیدا ہوا اور جس کی بدولت آگے چل کر انہوں نے علوم جدیدہ کی بنیاد ڈالی۔ پھر
یہ امر کہ اختیار اور مشاہدے کی اس روح کو اس زمانے میں بیدار کیا گیا۔ جو ذات الہیہ کی جستجو میں
مرئی کو بے حقیقت سمجھتے ہوئے سرے سے نظر انداز کر چکا تھا۔ کوئی معمولی واقعہ نہیں۔ ذہنی
کاوشوں سے علائق فطرت پر غلبہ حاصل کرنے کی سعی سے اشیاء کے مرورِ زمانی پر غور و فکر کرتے
کرتے ہم اپنے اندر یہ استعداد پیدا کر لیتے ہیں کہ لازمانی کا تعقل کر سکیں۔“

لہذا استاد کی فکر و سوچ نہایت اعلیٰ، پختہ اور سائنسی طرز پر تشکیل کردہ ہونی چاہیے کیونکہ درست نظریے سے تمام مواد ہم آہنگ ہو جاتا ہے لیکن جب خیال و نظریہ غلط ہو تو حقائق بہت جلد متصادم ہو جاتے ہیں۔ "ایک درست نظریے سے تمام مواد ہم آہنگ ہو جاتا ہے مگر جب نظریہ غلط ہو تو حقائق جلد ہی متصادم ہو جاتے ہیں۔" ۳۳۔

اسی سے صاحب نظریہ منتشر خیالی کا شکار ہو جاتا ہے اور منتشر خیالی سبب ہے اعتماد کی قوت زائل کرنے کا۔۔۔ قوت اعتماد استاد کو قائدانہ اوصاف عطا کرتی ہے۔ لہذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ پختہ فکری استاد کے مقصد تعمیر انسانیت کی سب سے بڑی ضرورت ہے اور سب سے اعلیٰ ہتھیار فکر جس قدر سادہ، قضیوں پر مشتمل، پیچیدگی سے پاک اور اس کا اطلاق وسیع تر علاقہ پر ہوا اتنی ہی وہ زیادہ با اثر ہوگی۔ ۳۴۔

قرآن و سنت کی روشنی میں دیکھیں ہر بات سادہ ہر نظریہ خوب، ہر عقیدہ گورکھ دھندوں سے پاک، اور انسان کو وسعت کردار اور متنوع خیال سے آراستہ کرتا ہے۔ اسی لیے دنیا بھر میں سب سے زیادہ سب سے جلدی اثر کرتا اور دلوں کو منقلب کر دیتا ہے۔ مثلاً عقیدہ توحید کے مقابلے میں نصاریٰ کے عقیدہ تثلیث کو دیکھ لیں مجھے یقین ہے کہ اس عقیدہ کے حاملین خود بھی تثلیث کو پوری طرح نہیں سمجھتے ہوں گے اور اگر کوئی سمجھنے لگ جائے تو وہ اس تثلیث کے اثر سے نکل کے ہی سکون کا سانس لے گا۔

اللہ تعالیٰ نے یہ کائنات انسان کے لیے بنائی اور اسے اس کائنات کی تسخیر کی طرف رغبت بھی دلائی۔

(وَسَخَّرَ لَكُم مِّنْ دُونِهِ السَّمَّوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا فِيهِنَّ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ) (سجرات ۳۵)۔

”آسمان اور زمین کی ہر چیز کو بھی اس نے اپنی طرف سے تمہارے لیے مطیع کر دیا ہے جو غور کریں وہ یقیناً اس میں بہت سی دلیلیں پائیں گے۔“

حقیقت یہ ہے کہ انسان فکر کی بدولت کائنات سے استفادہ کے خود کو قابل بناتا ہے۔ کائنات اور اس کی تمام چھوٹی بڑی اشیاء سے کام لینے کے لیے انسان دماغ کو قوت فکر کی تخلیق کرنا پڑتی ہے۔ ایسی فکر جو اسے حالات اور ماحول کے مطابق بناتی ہے جہاں حالات و ماحول کے مطابق انسان نہ بن سکے وہاں فکری قوت ہی حالات و ماحول میں وہ چلک پیدا کرتی ہے جو انسانی زندگی کے لیے مفید ہوتی ہے۔ انسان نے اپنی قوت فکر ہی سے ریتی زمینوں کی ریت اور لڑھکتے بکھرے پتھروں کو عمارتوں اور دیگر اشیائے ضرورت کو شکل دی۔ لوہے سے گاڑیاں، گھر اور کیا کچھ نہیں بنایا۔ یا پھر فولادی انجن، صنعت کاری، جنگوں کی حکمت عملی اور ساز و سامان، حرب اشیاء تعیش سے سامان ضرورت تک سب کچھ افکار انسان ہی سے ممکن نظر آیا۔ ۳۶۔

تعمیر فکر ہی کے ذریعے اس کے اور دیگر مخلوقات کے درمیان ایسی خلیج حائل ہو گئی جو بظاہر کسی طریقے سے پائی نہیں جاسکتی ہے۔ یقیناً علم کے زور پر حاصل ہونے والی اس قوت فکر ہی نے انسان کو مخلوقات سے ممتاز کیا۔ حتیٰ کہ انسان کو انسانیت کی معراج سے روشناس کروایا۔ کراہ ارض کا مالک و مختار بنایا۔ ۳۷۔

فکر ہی ارتقاء کی ضمانت ہے۔ اقبال نے کائنات کو متحرک خیال کیا ہے وہ اپنے ایک شعر میں کائنات کے ارتقاء کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

یہ کائنات نام تمام ہے ابھی شائد کہ
آ رہی ہے دما دم صدائے کن و فیکون
اس ترقی پذیر کائنات کا ساتھ دینے کے لیے ارتقاء پسند اصول زندگی کا وضع کرن اور ایک ترقی پذیر حیات انسانی کی تشکیل بہت ضروری ہے؟ اس کے لیے تعمیر فکر کا عمل ہمیشہ جاری رہنا چاہیے۔ مسلمان استاد مستقبل کے معمار ان قوم کی تربیت کرنے پر مامور ہوتا ہے۔ اسے اپنا تخلیقی فکری کردار ادا کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار رہنا پڑتا ہے۔ بقول ڈاکٹر اسماعیل فاروقی، ”مسلم مفکر اپنا تخلیقی فکری کردار ادا کرے، زقند لگائے اگر اسلام کو دنیا کی قیادت مستقبل میں دوبارہ سنبھالنا ہے تو اسے پندرہویں صدی ہجری میں اسلام کے لیے نئی شاہراہ روشن کرنا پڑے گی۔“ ۳۸۔

مسلمان استاد ایک مفکر ہوتا ہے اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ دنیا کے مسائل کا سامنا کرے اور اسلامی فکر کے مطابق انہیں حل کرے۔ ۳۹۔

اس طرح اسلامی فکر اور موجودہ حالات و ماحول میں مطابق پیدا کرنا مسلم استاد ہی کی ذمہ داری بنتی ہے لہذا مسلم استاد کو اپنی فکر کی بنیادیں مضبوط کرنا ضروری ہے اور یہ فکری تعمیر کا حصہ ہے۔ فکر کی عمل تعمیر سے وہ تمام مفروضات، عقائد اور یقینیات وجود میں آتے ہیں جن پر عمل آگے بڑھتا ہے یہ درمیانی عمل کم و بیش برابر جاری رہتا ہے۔ اسی کو فکر کہتے ہیں۔ فکر کی تعمیر ہی سے فکر عقلی پیدا ہوتی ہے جو حالات و زمانہ سے فطرت کے اصول و ضوابط کے مطابق کام لیتی ہے۔ فکر کو حقیقت سے قریب تر رکھنے کے لیے اس کا عقل سے گہرا تعلق ضروری ہے۔ اس سے فکر کی تعمیری فعلیت بڑھتی رہتی ہے۔ عقل جو تجربہ و مشاہدہ سے بڑھتی ہے اور اپنے آپ کو آزماتی ہے پس فکر کے لیے ضروری ہے کہ وہ ماضی و حال کے تجربات سے بھی اور اپنے آپ سے بھی یک رنگ و ہم آہنگ ہے۔ ۴۰۔

مسلمان اور خاص طور پر مسلمان استاد کے لیے اس کی ضرورت اس لیے بھی بڑھ جاتی ہے۔ اگر مسلمان کی زندگی اور اس کے فکر و عقل سے ماضی نکال دیا جائے وہ بے زمین ہو جائے گا۔ تہی دست و تہی دامن ہو جائے گا، کیونکہ اس کی فکر کی تمام بنیاد وحی الہی پر ہے اور آخری وحی چودہ سو سال پہلے نازل ہو چکی۔ مسلمان کی انفرادیت یہی ہے جو اسے تمام افکار سے ممتاز فکر دیتی ہے۔ مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ اس کی فکر میں منصوصات کی اہمیت کو جوں کا توں تسلیم کیا گیا ہو۔ ورنہ اس کی ساری فکر نئے پن کی بے بنیاد تعمیر کے ہاتھوں ”بدعت“ ہوئی۔

”کل محدثۃ بدعة وکل بدعة ضلالة“۔ ۴۱۔

”ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔“

تعمیر فکر کا عمل جب تک جاری رہا مسلمان اس دنیا میں مذہب و سائنس ہر دو علوم کے امام رہے لیکن جب فکر پر جمود کے پہرے بٹھا دیئے گئے تب سے نہ صرف یہ کہ مسلمان علوم سائنس سے

ایسے نکل گئے جیسے گوندھے ہوئے آٹے سے بال نکال دیا جاتا ہے بلکہ مذہبی علوم پر بھی وہ بالآخر دل شکستگی کی حالت میں آگئے۔ محقق ڈاکٹر محمد امین تجزیاتی تحقیق پیش کرتے ہیں:

”علم چند درسی کتابوں کا پڑھنا، پڑھانا، ان کے جملوں کی تشریح اور ترکیب یا متن کا حفظ کرنا یا شرح لکھنا اور شرح پر حاشیہ چڑھانا رہ گیا۔“ ۴۲۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ اس وقت مسلمانوں کی عملی بیداری کا احساس اس فکر کو اپنائے جس کا سانچہ اور تمام تر عناصر اسلام کی دینی فکر پر مبنی ہوں۔ ہمارے نظام تعلیم کی بنیاد فکر اسلامی پر ہو، عالمی نظام میں ہندسہ، کیمیا کے کلیات باعث نزاع نہیں باعث نزاع وہ فکر ہے جو کیمیادان، مسلمان ریاضی دان اور مسلمان ماہر کمپیوٹر بناتی ہے اور اسی فکر کو پھر سے مسلمان استاد میں پیدا کرنے اور اسے اس کی تعمیر کا احساس دینے کی ضرورت ہے۔

یہ علمی تحقیق اور فکری کاوش نہ کوئی وقتی چیز ہے اور نہ محض کچھ سرپھرے لوگوں کی ذہنی تفریح کا مشغلہ ہے۔ یہ تو کسی قوم کے لیے زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔ دنیا میں وہی قومیں آگے بڑھتی ہیں جو علمی میدان میں دوسروں سے آگے ہوں، جن کو اوروں پر فکری برتری حاصل ہو، جو کائنات کے اس نظام قدرت کو دنیا والوں سے بہتر طور پر سمجھتی ہوں۔ دنیا کی زندہ اقوام میں ایسے لوگوں کی ایک قابل ذکر اور موثر تعداد ہمیشہ موجود رہتی ہے۔ جو علمی و فکری اعتبار سے کائنات میں کام کرنے والی قوتوں کو سمجھتی ہو جن کی انگلیاں ہر وقت تاریخ کی نبض پر رہتی ہوں لہذا کسی معاشرہ کی فلاح و بہبود کے لیے از حد ضروری ہے کہ اس میں سوچنے اور فکر کرنے والوں کی ایک کم از کم تعداد ضرور موجود رہے۔ ۴۳۔

تعمیر فکر کے عوامل

فکر کی تعمیر، اس میں پختگی اور ارتقاء پیدا کرنے کے لیے مندرجہ ذیل عوامل نہایت ضروری ہوتے ہیں۔

1- نظم و ربط: تشکیل فکر بے ہنگم خیالات اور بے جوڑ آراء کو مخصوص انداز میں منظم کرنے،

ان خیالات کو تعمیری امور سے ہم آہنگ کرنے اور اپنے خیالات اور حقیقت کے درمیان توازن پیدا کرنے سے ہوتی ہے۔ ۴۴۔

2- امتیازات: فکر کی تعمیر کے لیے ضروری ہے کہ اسے دیگر اہم آراء و خیالات سے ممتاز ثابت کیا جائے۔ اس کے لیے اس سلسلہ کے دیگر خیالات و آراء اور اپنی فکر کے درمیان فرق محسوس کر کے اس کے امتیازی اوصاف و خصائص کا شعور ہونا ضروری ہے۔

”علمی تحقیق کا یہ کام ان اقوام کے لیے خصوصی اہمیت کا حامل ہے جو اپنا مخصوص نظام حیات اور اپنا جداگانہ نظریہ فکر و عمل رکھتی ہیں۔ ان قوتوں کے لیے ضروری ہے کہ تمام علوم کو اس طرح مرتب کریں کہ وہ ان کے مخصوص نظام حیات اور نظریہ فکر و عمل کا نہ صرف ساتھ دے سکیں بلکہ اس کی خدمت کریں اور اس کو ترقی دے سکیں۔ اس کے قیام میں ممد و معاون ہوں اور اس کی بقاء کی ضمانت دے سکیں۔ اب جو قوم اس علمی و فکری معرکہ میں دوسروں سے بازی لے جائے گی۔ دنیا کی سروری کا جھنڈا اسی کے ہاتھ میں ہو گا۔“ ۴۵۔

4- زبان: کسی بھی فکر کے اظہار کے لیے کسی زبان کا ہونا ضروری ہے لیکن اگر زبان فکری خصائص کے قریب تر ہو اور فکر سے ہم آہنگی پیدا کرنے میں کامیاب رہے تو صاحب فکر کی فکری پختگی کی علامت ہوتی ہے۔ استاد کے لیے تو اس کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ وہ جس فکر کو اپنائے ہوئے ہے اس کی تشکیل میں ممد و معاون زبان کا حامل ہے یا نہیں، زبان کی تخلیق نے انسانی فکر کے ارتقاء و ترویج میں نہایت ہی اہم کردار ادا کیا ہے۔ انسان اپنے لامحدود خیالات اور تفکرات کو زبان کی بدولت دوسروں تک حسب ضرورت پہنچاتا ہے۔ بعض ماہرین تو یہاں تک کہتے ہیں کہ فکر کے لیے یہ قطعاً ممکن نہیں کہ وہ زبان کے بغیر کوئی قدم اٹھائے۔ ۴۶۔

اس سلسلہ میں قرآن پاک کی مثال ہمارے سامنے ہے قرآن کی دی ہوئی فکر اچھوتی، حقیقت کے قریب تر، منفرد، عمدہ اور نقص سے پاک ہے۔ اسی طرح قرآن کی زبان بھی نہایت اعلیٰ شائستہ، عمدہ اور عاجز کر دینے والے محاوروں پر مشتمل ہے۔ عربی زبان وہی ہے جو قریش بولتے تھے لیکن

قرآن کا اسلوب، تصورات، خیالات بیان کرنے میں نظم و ربط آج تک معجزہ ہے۔ قریش کے فصیح اور بلیغ آج تک قرآن کے اس چیلنج کا جواب نہ سکے۔

(وَلَا كُنْتُمْ حَقِي رِيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ) ۴۷۔

”ہم نے جو کچھ اپنے بندے پر اتارا ہے اس میں اگر تمہیں شک ہو اور تم سچے ہو تو اس جیسی ایک سورت تو بنا لاؤ تمہیں اختیار ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور اپنے مددگاروں کو بھی بلا لو۔“

اس سلسلے میں بہت سی کوششیں ہوئیں لیکن سب بے سود، حقیقت یہ ہے کہ مختلف زبانوں اور ادبیات کی کیفیت بھی دوسرے علوم سے مختلف نہیں ہوتی۔ جس طرح کسی قوم کے خیالات، اس کے مذہب، اس کی تہذیب اور اس کی ثقافت کا اس کے اجتماعی علوم میں مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح یہ سب چیزیں اس کی زبان و ادبیات میں بھی رچی بسی ہوتی ہیں۔ مثال کے طور پر انگریزی زبان کو لیجیے، اس زبان کے الفاظ، جملے، تراکیب، محاورے اور استعارات ہر چیز میں انگریز قوم کا مزاج جھلکتا ہوا نظر آتا ہے۔ مادہ پرستی اور ڈپلومیسی جس طرح انگریز قوم کا خاصہ ہے۔ اسی طرح انگریزی زبان بھی ان خصائص سے معرا نہیں۔ ۴۸۔

چنانچہ زبان فکر کی بقاء کے لیے ضروری ہے زبان کی بدولت ہم اپنے آباؤ اجداد کی اقدار کو نہ صرف سیکھتے ہیں بلکہ انہیں آگے دوسری نسلوں میں منتقل بھی کرتے ہیں۔ زبان کے طفیل ہی ہم آج سے ہزار ہا سال پرانے، مشاہدات، خیالات اور افکار سے آشنا ہیں۔ سائنس کی ایجادات بھی اس کی مرہون منت ہیں۔

4- وسعت مطالعہ: فکری چٹنگی کے لیے ضروری ہے کہ جس سلسلہ میں فکری تعمیر مطلوب ہے اس سلسلہ کی تمام اور جامع معلومات حاصل کی جائیں کیونکہ اس سے فکر کی تشکیل آسان اور تیز ہو جاتی ہے۔ اگر نامعلوم معلومات فراہم ہوں تو تعمیری سوچ کی بجائے تخریبی پیدا ہوتی ہے۔

(إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ۝ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَمًا وَقَعُودًا وَأَعْلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا سُبْحَنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ) ۴۹۔

”آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات اور دن کے ہیر پھیر میں یقیناً عقل مندوں کے لیے نشانیاں ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کھڑے اور بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر لیٹے ہوئے کرتے ہیں اور آسمان و زمین کی پیدائش میں غور و فکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار تو نے یہ بے فائدہ نہیں بنایا۔“

اہل عقل و علم، سموات و ارض کے وسیع مطالعہ سے ایک فکر پاتے، اور پھر اس کی نشوونما کر کے اسے ایک قوت کا درجہ دیتے ہیں۔

5۔ علم پروری: تعمیر فکر کے لیے علم پروری ضروری ہے۔ وسعت معلومات کی بنیاد پر علم کا حصول اور حصول علم کا مسلسل عمل فکر کو جلا بخشتا ہے، وسعت معلومات سے فکر ضلالت و گمراہی سے بچتی ہے اور علم پروری سے فکری قوت میں اضافہ ہوتا ہے اور فکری امتیازات زیادہ کھل کر سامنے آتے ہیں۔ علامہ اقبال نے ایک مرتبہ فرمایا تھا:

”ہم انسانی فکر کے ارتقاء پر نہایت محتاط انداز میں نظر رکھیں اور اس کے بارے میں ایک آزادانہ اور تنقیدی نقطہ نظر بھی رکھیں۔“

تشکیل جدید الہیات اسلامیہ کے پہلے خطبہ میں بھی علامہ صاحب نے اس موقف کو بھرپور انداز میں سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ تعمیر فکر کے لیے کہ نہ صرف علوم کا ارتقاء وسعت لازمی عنصر کی حیثیت رکھتا ہے بلکہ علم پروری کا یہ عمل علوم عامہ کی تطہیر کے بغیر مکمل ہی نہیں ہو پاتا۔ اس لیے کہ علم ایک مسلسل ترقی پذیر چیز ہے جو جوں کائنات اور اس کے مختلف شعبے اپنے آپ کو انسانی فکر کے آگے کھولتے جائیں گے۔ علوم کی ترقی ہوتی رہے گی۔ ۵۰۔

ایک طرف علوم کی ترویج و ترقی اور دوسری طرف علوم میں ہر دم تغیر کے ہر مرحلہ میں ان کا از سر نو جائزہ لینا ہی ضروری ہے۔ اگر فکر انسانی سے علوم کی ترویج و ترقی اور ان کی تطہیر و تنقیح کا

پہلو نکال دیا جائے تو پھر تہذیبی اقدار اور معاشرتی علوم میں ایسا خلا پیدا ہو جائے گا جو فکری پختگی میں ایک زبردست رکاوٹ بن کر حائل ہو جائے گا۔ اور ایک زبردست فکری اختلال معاشرہ میں جنم لے گا۔ ۵۱۔

در حقیقت تعمیر فکر تعبیر ہی علوم و فنون کی ترتیب نو اور تشکیل جدید سے ہے۔ ایسی ترتیب نو اور تشکیل جدید جو حیات انسانی کو بہتر سے بہترین کی طرف لے کر جائے اور جو کائنات اور اس کے ماحول کو زیادہ سے زیادہ حیات انسانی کے لیے مفید اور ارتقائی خصائص سے ہم آہنگ کر دے۔ مسلمان استاد کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی فکر کی تعمیری میں اس بات کو مد نظر رکھتے ہوئے علوم معاشرت، کیمیا، طبیعیات اور دیگر تمام علوم انسانی کی ترویج اور ارتقاء پر گہری نظر رکھے۔ اس سے ابوالحسن علی ندوی کے الفاظ میں خام مال سمجھ کر مدد لے۔

”ہمیں تمام مغربی علوم و فنون بلکہ مغربی تہذیب و تمدن کے تمام عناصر کو خام مال سمجھنا چاہیے اور اس معاملہ میں ان کے ساتھ وہی سلوک کرنا چاہیے جو ہر خام مال کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ نہ تو ہم اس سارے مواد کو جوں کا توں اپنے کام میں لاسکتے ہیں اور نہ محض ناکارہ قرار دے کر پھینک سکتے ہیں۔ ہمیں اپنی اقدار کی روشنی میں ان سب کو باریک بینی اور وقت نظر سے دیکھنا چاہیے۔ جو چیزیں حقائق ثابتہ کا درجہ رکھتی ہوں، ان کو وہم قبول کر لیں جو چیزیں حقائق ثابتہ نہ ہوں اور ہماری اقدار سے متعارض ہوں ان کو ہم رد کر دیں اور باقی ماندہ کی اصلاح کر کے ان سارے علوم کو اپنے مقاصد کے لیے تیار کریں۔ ۵۲۔

حقیقت یہ ہے کہ علم پروری اور تطہیر علوم کے سلسلہ میں ایسے نظام فکر و عمل اور تہذیب و تمدن کی تعمیر ہو سکے جو عصر حاضر میں دنیا کے سامنے اللہ کے دین کی گواہی دے سکے۔ ”اور کوئی شخص اللہ کے دین کے خلاف کوئی حجت نہ پیش کر سکے۔“ ۵۳۔

6- حالات کا بھرپور تجزیہ کرنا: فکر جس قدر حقائق سے قریب تر ہوگی اسی قدر اعلیٰ اور پختہ ہوگی کیونکہ عملیت میں ڈھل جانے والی فکر ہی وہ قوت ہے جو انسان کو کائنات کی تسخیر پر آمادہ

کرتی اور پھر اسے ممکن بناتی ہے۔ فکر کو ممکن بنانے کے لیے ان حالات سے تطابق پیدا کرنا ضروری ہے جو بے فطرت اشیاء اور کائنات کے مستقل حقائق نے کر رکھے ہیں۔ ۵۴۔

اس اعتبار سے اسلامی فکر کائنات کی بہترین فکر ہے جس نے ایک طرف حیات انسانی کے لیے کائنات کے تسخیری اصول اس انداز پر تشکیل دیئے کہ کائنات کو مسخر کرنا انسان کے لیے مشکل نہ رہے اور دوسری طرف حیات انسانی کو اس طرز پر ڈھالنے کی کوشش کی کہ جو قوانین فطرت سے جنگ اور تصادم کیے بغیر کامیاب ارتقائی سفر پر گامزن رہے۔ فکر اسلامی کے پیغمبر اعظم نے حالات و ماحول کو فطرت انسان کے قریب تر کرنے کے لیے بہت سے اقدامات کیے تاکہ انسانوں کی ہر نوع اس کائنات سے استفادہ کر سکے اور اپنی زندگی بہتر بنا سکے۔ مثلاً محمد رسول اللہ ﷺ نے معاشرے میں عورت کی توقیر کی۔ اس کی زندگی گزارنے کی خواہش کو تسلیم کیا اور اس کی محنت کے عوض میں اسے برابر کا حصہ دیا۔

(وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضُهُمْ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ

الْمُنْكَرِ) ۵۵۔

”مومن مرد و عورت آپ میں ایک دوسرے کے مدد و معاون اور دوست ہیں، وہ بھلائیوں کے حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں۔“

چنانچہ حالات کا بھرپور جائزہ لینے کے لیے بصیرت کی ضرورت ہوتی ہے۔ علامہ اقبال اس پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

”فطرت کے انقلابات کے پیش نظر ہم اپنے آپ کو نئے نئے سانچوں میں ڈھال لیتے ہیں۔ پھر جوں جوں ہم اپنی ذہنی کاوشوں سے علاق فطرت پر غلبہ حاصل کرنے کی سعی کرتے ہیں ہماری زندگی میں وسعت اور تنوع پیدا ہو جاتا ہے اور ہماری بصیرت تیز تر ہو جاتی ہے۔ اشیاء کے مرور زمانی پر غور و فکر کرتے کرتے ہم اپنے اندر یہ استعداد پیدا کر لیتے ہیں کہ لازمانی کا تعقل کر سکیں“ ۵۶۔

لہذا بصیرت جس قدر زیادہ ہوگی فکر اسی قدر صاف اور روشن ہوگی۔ اسی کی بدولت فکر کی تعمیر جلدی ہوتی ہے بلکہ کہنا چاہیے کہ تجزیہ احوال کی یہی بصیرت تعمیر فکر کی اساس ہے۔

7- مفروضہ قائم کرنے کی صلاحیت: مفروضہ قائم کرنے کی صلاحیت سے بھی فکر کی تشکیل میں آسانی ہو جاتی ہے۔ کسی بھی رائے کے حسن و قبح کے حوالے سے اس کے آئندہ کے نتائج یا حالات کا تجزیہ کرنے پر بصیرت افروز مفروضات فکری تعمیر میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ استاد کے لیے اس کی اہمیت اس لیے بھی ہے کہ اس سے موجودہ حالات شاگردوں کے اذہان اور طبائع اور مشاغل کے ساتھ ساتھ معاشرے، مقتدر قوتوں اور عالمی حالات کا تجزیہ کر کے کچھ مفروضات قائم کرنے ہوتے ہیں۔ جن کی بنیاد پر اس نے ان آنے والے حالات کے لیے ایک بہتر قوم کی تشکیل کرنی ہوتی ہے۔ اس کے لیے اسے اپنی فکر کی تعمیر و تشکیل کرنا نہایت ضروری ہے۔ ۵۷۔

حوالہ جات و حواشی

- ۱ بلیلاوی، عبد الحفیظ: مصباح اللغات: ص: 243
- ۲ الضأ
- ۳ المنجد فی اللغة والاعلام: ص 591
- ۴ لکھنوی اثر: فرہنگ اثر
- ۵ بلیلاوی، عبد الحفیظ: مصباح اللغات: ص 243
- ۶ المنجد، فی اللغة والاعلام: ص 591
- ۷ صدیقی، ابواللیث: اردو لغت: (تاریخی اصول پر) ص: 354-5، ج: 5
- ۸ اثر لکھنوی: فرہنگ اثر: ص: 591
- ۹ وارث سرہندی: قاموس مترادفات: ص: 839
- ۱۰ صدیقی، ابواللیث: اردو لغت، (تاریخی اصول پر) ص: 54
- ۱۱ احمد دہلوی، سید: فرہنگ آصفیہ، ص: 3، ج: 3
- ۱۱ بلیلاوی، عبد الحفیظ: مصباح اللغات: ص: 243
- ۱۲ صدیقی، ابواللیث: اردو لغت (تاریخی اصول پر) ص: 354
- ۱۳ الضأ
- ۱۴ البقرہ: 219
- ۱۵ اسما: 46
- ۱۶ الاعراف: 184
- ۱۷ اردو دائرہ معارف اسلامیہ: ص 451، ج: 15

- ۱۸۔ الراغب الاصفہانی: مفردات القرآن: ص: 451
- ۱۹۔ رابرٹ بریفالٹ، مترجم عبد المجید سالک، تشکیل انسانیت، ص: 65
- ۲۰۔ القیمۃ: 40-63
- ۲۱۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: تشکیل جدید الہیات اسلامیہ
- ۲۲۔ الضأ: 19,20
- ۲۳۔ البقرہ: 164
- ۲۴۔ الغاشیہ: 17
- ۲۵۔ الروم: 21
- ۲۶۔ الانعام: 97,98
- ۲۷۔ الفرقان: 45
- ۲۸۔ العنکبوت: 19
- ۲۹۔ النور: 44
- ۳۰۔ لقمن: 20
- ۳۱۔ النحل: 12
- ۳۲۔ علامہ اقبال: تشکیل جدید الہیات اسلامیہ، ص: 21
- ۳۳۔ ایڈلر اینڈ ڈیرن: مترجم، شہزاد احمد: سوچتے کیوں نہیں، ص: 231
- ۳۴۔ الضأ: 308
- ۳۵۔ الحاشیہ: 13
- ۳۶۔ رابرٹ بریفالٹ، مترجم: عبد المجید سالک، تشکیل انسانیت: ص: 65
- ۳۷۔ الضأ: 61
- ۳۸۔ راجی فاروقی، اسماعیل: علوم جدیدہ کی اسلامی تشکیل، ص: 79
- ۳۹۔ الضأ
- ۴۰۔ رابرٹ بریفالٹ: مترجم عبد المجید سالک، تشکیل انسانیت: ص: 58
- ۴۱۔ حدیث مبارک
- ۴۲۔ سید سلیم، محمد: ماہنامہ افکار معلم، شمارہ --- ص: 62
- ۴۳۔ غازی، محمود احمد: اکیسویں صدی کے تعلیمی تقاضے۔
- ۴۴۔ رابرٹ بریفالٹ: عبد المجید سالک، مترجم: تشکیل انسانیت، ص: 85
- ۴۵۔ غازی، محمود احمد، ڈاکٹر: اکیسویں صدی میں پاکستان کے تعلیمی تقاضے: ص: 83,84
- ۴۶۔ الضأ
- ۴۷۔ البقرہ: 23
- ۴۸۔ غازی، محمود احمد، ڈاکٹر: اکیسویں صدی میں پاکستان کے تعلیمی تقاضے: ص: 85
- ۴۹۔ ال عمران: 190,191
- ۵۰۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: علامہ اقبال کی تشکیل جدید الہیات اسلامیہ -
- ۵۱۔ غازی، محمود احمد، ڈاکٹر: اکیسویں صدی میں پاکستان کے تعلیمی تقاضے: ص: 88
- ۵۲۔ الضأ
- ۵۳۔ النساء: 165
- ۵۴۔ رابرٹ بریفالٹ، مترجم: عبد المجید سالک، تشکیل انسانیت، ص: 65
- ۵۵۔ التوبہ: 71
- ۵۶۔ علامہ اقبال: تشکیل جدید الہیات اسلامیہ: ص: 21
- ۵۷۔ رابرٹ بریفالٹ: مترجم عبد المجید سالک، تشکیل انسانیت، ص: 56